Vol.5 No.2 2022

JAHAN E TAHQEEQ جہانِ تحقیق

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی صوفیانہ تذکرہ نگاری کا تجزیاتی مطالعہ

AN ANALYTICAL STUDY OF THE MYSTICAL BIOGRAPHY WRITING OF SHEIKH ABDUL HAQQ MOHADDESS DEHLAVI

Jamil Ur Rahman (Ph.D. Scholar, UOG, Gujrat)
Dr. Qazi Furqan Ahmed (Assistant Professor UOG, Gujrat)

Abstract:
Shaikh Abdul Haqq Mohaddis Dehlwi was an alim(scholar)and well-known Sufi. He wrote many books on different topics. But Sufism(spiritualism) was the center of his interest. It reflects in all his writings. Especially Sufi Tazkirats (Biography of Sufis (Mystical people) writing was his main hobby. He wrote three Tazkirats. The first of that is Akhbār al-Akhyār *which contains Hindustani Sufis' (The pious peoples) biographies from the 13th to 16th century AD about 272 tazkirats. The second one is* Zad-ul-Muttaqueen Fi Sulook Tareeq-ul-Yaqeen.*This book comprises three chapters; the first and Second chapters are on Shaikh Ali Muttaqui's and Shaikh Abdul-Wahab Muttaqui's biographies respectively and the third chapter is about the Sufis who migrated from different parts of the world to* Harmain Sharifain *(The two sacred cities, Makkah and Madinah-Tul-Munawwara) and settled there. this part of the book contains about 34 Sufis biographies and about 10 biographies of Majazeebs. The third* tazkirāt *that is written by Shaikh Abdul Haq Mohaddis Dehlvi was named* Anwar-Jaliyyah-fi-ahwal Mashaikh al-Shazliya*(انوار الجلیۃ فی احوال مشائخ الشاذلیۃ). It contains about 75 biographies of Sufis of Silsila Qadriya Shazliya. This article Studies critically the art of* tazkirāt *written by Shaikh Abdul-Haq Mohadith Dehlvis.*

Keywords: Mystical Biography, Muhaddis and sufi.

تمہید:

تذکرہ نگاری ہمارے درخشاں ماضی کا ایک قیمتی تحفہ ہے۔ خلفاء، سلاطین، فاتحین، محدثین، مفسرین، فقہاء، علماء، شعراء، ادباء، الغرض ہر عہد کے تذکرہ نگاروں نے زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے اپنے سے پہلے ملت کے قابل قدر افراد کے علمی و عملی، تحقیقی اور تخلیقی کارناموں کو اپنے اسفار جلیلہ میں بڑی امانت اور سلیقے سے محفوظ کرلیا ہے تاکہ آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کے زریں کارہائے نمایاں کو یاد بھی رکھیں اور اپنے مضمحل قویٰ اور ذہنی صلاحیتوں کو ان سے تازہ خون مہیا کر کے نئی زندگی سے بہرور کرتی رہیں اور رزم گاہ حیات میں اپنا ملی فریضہ حسن وخوبی سے سرانجام دے سکیں۔

ان تذکروں میں اولیاء کرام کے تذکرے اپنا منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ان کا مطالعہ شیخ کامل کی صحبت کا نعم البدل ثابت ہوتا ہے، محبت الٰہی کے خشک سوتے از سر نو ابلنے لگتے ہیں، غافل دلوں میں یادالٰہی کی شمع روشن ہوجاتی ہے، ان بندگان خدا کے حالات کے مطالعے کی برکت سے نفس امارہ کی سرکشی پر قابو پانے کی ہمت پیدا ہوجاتی ہے۔ عبادت واطاعت کی منزل کا سست گام مسافر، برق رفتار بن جاتا ہے۔ ان مسیحا نفس حضرات کی تاباں سیرت کے مطالعہ سے انسان ان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ ہمارے اکابر کو ان پاک نہاد حضرات کے اذکار کی ان برکات کا پورا پورا احساس تھا اس لئے انہوں نے اپنے عہد میں تصوف کے مختلف طریقوں کے ہزارہا مشائخ کے حالات خصوصاً ان کی تعلیمات کو بڑی جانفشانی سے جمع کیا ہے۔ اور آنے والی نسلوں کی تربیت سازی کا پورا اہتمام کیا ہے۔

تذکرہ، معنی مفہوم اور تاریخ:

"تذکرہ" عربی زبان کا لفظ ہے اس کے لغوی معنی ذکر، یاد، یادداشت، بیان، یادگار، تاریخی واقعات، سرگزشت اور سوانح عمری وغیرہ کے آتے ہیں۔[(1)] فارسی میں تذکرہ کا لفظ درج ذیل معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے: یاد آوردن، بیاد آوردن، پند دادن، یادگار، یادداشت، آنچہ بدان حاجت بیاد آید، یاد کردہ شود، آنچہ بحاکم بنویسند، تاجواب بستاند، پاسپورت، کتابی کہ در آن احوال شعراء نوشتہ شدہ باشد" وغیرہ[(2)]

اصطلاحاً، عربی، فارسی اور اردو زبان میں اس لفظ کا استعمال ایسی کتاب پر ہوتا ہے۔ جس میں شعراء، ادباء صوفیاء اور شخصیات کا ذکر ہو اور ان کے کلام وتصنیفات کا ذکر ہو۔[(3)]

اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ کے مطابق: کسی شخص کے حالات وواقعات، سوانح اور یادداشت وغیرہ لکھنے کا کام تذکرہ کہلاتا ہے[(4)]

---

1) مصطفی بن عبداللہ المشہور حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، بیروت-دار الاحیاء التراث العربی، س ن، جلد دوم، ص383

2) علی اکبر دھخدا، لغت نامہ دھخدا، اصفہان۔ مرکز تحقیقات رایانا ای قائمیہ، ط1338ش، جلد4، ص514

3) سید علی رضا نقوی، تذکرہ نویسی فارسی در ہندو پاکستان، تہران (ایران)۔ چاپ علی اکبر علمی، ط1968ء، مقدمہ، ص6

4) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور۔ شعبہ اردو جامعہ پنجاب، ط دوم، ۲۰۰۵ء، ج6، ص185-186

تذکرہ کی تعریف یوں بھی کی جاتی ہے کہ

"The Tazkira is a genre of literature produced by elites for other elites[5] "

عربی میں تراجم اور شخصیات کے احوال کیلئے بہت سے الفاظ ہیں جو تذکرہ کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں مثلاً (۱) **طبقات**: جیسے طبقات الادباء (تالیف کمال الدین ابوالبرکات متوفی 577ھ) اور طبقات الاولیاء (سراج الدین م 853ھ) وغیرہ[6] (۲) **انساب**: جیسے انساب الاشراف (ابوالحسن احمد بن یحییٰ البلاذری)، انساب السمعانی (ابوسعد ابراہیم بن محمد المروزی الشافعی م ۵۶۲ھ)[7] (۳) **معجم**: جیسے معجم المؤلفین، (عمر رضا کحال) وغیرہ۔[8]

فارسی میں تذکرہ سے ملتے جلتے درج ذیل الفاظ، بیاض، سفینہ، اور جنگ" کا استعمال کچھ فرق کے ساتھ تذکرہ کے معنی میں کیا جاتا تھا۔

تذکرہ کی اہمیت وافادیت: تذکرہ کے وجود میں آنے کے بعد سے ہی اس کی اہمیت وافادیت تسلیم کی جاتی رہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تذکرہ ادبی تاریخ کا اہم ترین ماخذ ہے۔ اگر تذکرے موجود نہ ہوتے تو ہم شعراء، صوفیاء اور اولیاء کے حالات وافکار سے بے خبر ہوتے۔ مثلاً اگر عوفی کا تذکرہ "لباب الالباب" نہ ہوتا تو قدیم فارسی شعراء بالخصوص تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے بیشتر شعراء کے متعلق ہمیں کوئی واقفیت نہ ہوتی کیونکہ ان کے دواوین دستبرد زمانہ کی نذر ہو چکے تھے۔

☆ بعض تذکرہ نویسوں کے حالات کہیں دستیاب نہیں ہوتے۔ لیکن خود انہوں نے اپنے تذکرے میں اپنے احوال کو تفصیل سے لکھا ہوتا ہے اور کہیں کہیں دوسرے شعراء یا صوفیاء کے حالات کے ضمن میں اپنی زندگی اور شخصیت کے کسی پہلو کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ جس سے تذکرہ نگاروں کے احوال و آثار اور کردار کے متعلق کارآمد اطلاعات حاصل ہوتی ہیں مثلاً سیر الاولیاء کے مصنف میر خورد اور اخبار الاخیار کے مؤلف وغیرہ۔ کچھ تذکرہ نویسوں نے شعراء کے احوال کے سلسلے میں اپنے دور کے بعض ایسے چشم دید سیاسی حالات اور اہم تاریخی واقعات درج کیے ہیں جو تاریخ کی کتابوں میں یا تو موجود نہیں یا مفصل درج نہیں۔

☆ اکثر مریدین اپنے مشائخ کے حالات زندگی کو محفوظ کرتے ہیں جو بعد کی تذکرہ نگاروں کا ماخذ ہیں اس سے ان کا مقصد ان بزرگوں کی زندگی کے واقعات سے سبق سیکھنا اور عمل زندگی میں اسے، قابل عمل بنانا ہے۔ اسلاف کے تذکرے ہمیں جینے کا حوصلہ دیتے ہیں۔ جدوجہد اور مشقت کا درس دیتے ہیں قومیں جب روبہ زوال ہوتی ہیں تو یہی تذکرے ہمارے لیے مشعل راہ بنتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مؤرخین اور تذکرہ نگار اپنی کتابوں میں ان شخصیات کے کارناموں کو منظر عام پر لانے میں خصوصی توجہ دیتے ہیں جنہوں نے تاریخ کے دھارے کو موڑنے کی کوشش کی ہو، معاشرے پر جن کی گہری چھاپ ہو۔ ان کا فیض، رفاہی، سیاسی یا علمی کارنامہ نمایاں ہوا اور ان کی زندگی آئیڈیل اور مثالی ہو۔

☆ ایک بنیادی فائدہ ان تذکروں کا یہ ہے کہ ان کے ذریعے ہمیں صوفیاء کی تبلیغی مساعی کا سراغ ملتا ہے۔ ان کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح ان صوفیاء نے دور دراز کے علاقوں تک اسلام کی تبلیغ کی اور لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔

فارسی زبان میں تذکرہ نگاری کی روایت:

فارسی زبان میں تذکرہ نویسی کی روایت عربی زبان کے تذکروں کے مطالعے سے متاثر ہو کر وجود میں آئی۔ فارسی میں تذکرہ کا لفظ سب سے پہلے خواجہ فرید الدین عطارؒ کی تالیف "تذکرۃ الاولیاء" میں مستعمل ہوا ہے۔ جس میں آپؒ نے صحابہ کرامؓ سے لے کر اپنے دور تک کے اولیاء و مشائخ کے حالات قلمبند کیے ہیں۔ اسی طرح دوسری کتاب جو کہ تذکرہ کے نام سے لکھی گئی "تذکرہ در آغاز وانجام" تالیف شیخ نصیر الدین طوسی (597ھ672ھ) اور تیسری کتاب "تذکرۃ الشعراء" تالیف دولت شاہ سمرقندی 892ھ کی ہے۔ جبکہ شعراء کے حالات پر فارسی میں جو پہلا تذکرہ لکھا گیا ہے وہ سدید الدین عوفی کا "لباب الالباب" ہے جو کہ ساتویں صدی ہجری کا مرتب کردہ ہے۔

صوفیانہ تذکرہ نگاری:

صوفی تذکرہ نویسی کی روایت بڑی قدیم ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ ان تذکروں کے مرتب کرنے والے عام اشخاص نہ تھے بلکہ ان میں سے متعدد اپنے وقت کے لوگوں کیلئے مقتداء کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس لیے ان کا لکھا ہوا ایک ایک جملہ اور فقرہ آنے والی نسلوں کیلئے نہایت قابل احترام اور مؤثر ہوا کرتا تھا۔ ان تذکروں کی بدولت ہی آج ہم ان شخصیات کے اصل عملی و تبلیغی کارناموں سے آگاہ ہیں۔ ذیل میں فارسی کے چند مشہور تذکروں کا مختصر تعارف کیا جائے گا۔

1۔ **طبقات الصوفیہ**: مشہور صوفی عبدالرحمٰن سلمی (م ۴۱۲ھ) کی احوال صوفیاء پر ایک مستند ترین کتاب ہے اس کا فارسی ترجمہ خواجہ عبداللہ انصاری نے کیا جو سلجوقی دور کے محدثین میں سے ہیں ان کی دیگر تصنیفات زاد العارفین، کنزالسالکین وغیرہ، عیوب النفس مشہور ہیں[9]

---

5) ”acadmia.ed,David Gillmaten,11/07/2021(https://www.academia.edu/12580734/Indo_Persian_tazkiras)

Maria K Hermansen and Bruce Lawrence, Indo-Persian Tazkiras as Memorative Communication,

6) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد دوم۔ ص 1108،1095

7) ، ایضاً، جلد اول، ص 178

8) ، ایضاً، جلد دوم، ص 508

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

2۔**اسرار التوحید:** یہ اگرچہ تصوف کی اہم ترین کتاب ہے اور ابو سعید ابو الخیر کے پوتے محمد بن منور کی تالیف ہے جو 560ھ کی تالیف ہے۔ اور تین ابواب پر مشتمل ہے اس کے دوسرے باب میں ابو الخیر کا تعارف، انکے حالات، اقوال اور کرامات درج ہیں۔[10]

3۔**تذکرۃ الاولیاء:** خواجہ فرید الدین محمد عطار کی تصنیف ہے جس میں انہوں نے ۹۶ اولیاء اور مشائخ کا ذکر کیا ہے ان کے احوال و اقوال اور کرامات مقامات کو تفصیل سے درج کیا ہے۔[11]

4۔**کشف المحجوب:** ہندوستان میں لکھی جانے والی تصوف کی پہلی کتاب کشف المحجوب ہے اس کے مصنف شیخ ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری (465ھ/1076ء) ہیں آپ برّ صغیر کے صوفیاء کے اولین تذکرہ نویس ہیں آپؒ کی کتاب دراصل تصوف، صوفیاء اور صوفیاء کے گروہوں کے حالات پر مشتمل ہے یہ کتاب ایک مقدمہ اور انتالیس ابواب پر مشتمل ہے اس کا ساتواں اور تیر ھواں باب بزرگان دین اور مشائخ صوفیاء کے احوال و تراجم پر مشتمل ہے۔[12]

5۔**سیر الاولیاء:** سیر الاولیاء کے مصنف محمد بن مبارک المعروف امیر خورد ہیں آپؒ کی پیدائش غالباً دہلی میں 711ھ ہے میر خورد کا خاندان علمی و روحانی حوالے سے ممتاز مقام کا حامل ہے ان کے آباو اجداد کا تعلق کرمان کے سادات گھرانے سے ہے ان کے دادا سید محمد بن سید محمود تجارت کی غرض سے لاہور آتے جاتے رہتے تھے لاہور میں انہوں نے خواجہ فرید گنج شکرؒ کی شہرت سنی تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہونے کے بعد تجارت ترک کر کے مستقل طور پر اجودھن میں سکونت اختیار کر لی شیخؒ کی وفات کے بعد اجودھن سے دہلی چلے گئے اور نظام الدین اولیاءؒ کی صحبت و ارادت میں رہے یہیں 711ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ میر خورد کے نانا مولانا شمس الدین دامغانی کا شمار اپنے وقت کو علماء و فضلاء میں ہوتا ہے اور وہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے ہم درس تھے۔[13]

اسی طرح میر خورد کے والد سید نور الدین مبارکؒ کی روحانی تربیت بھی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ نے کی تھی۔ میر خورد نے بھی بچپن ہی میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ سے بیعت کر لی تھی۔[14] یوں سیر الاولیاء ہندوستان کے قرون وسطی کے سب سے معروف اور مقبول سلسلے چشتیہ نظامیہ کا مستند تذکرہ، ملفوظات کا خزانہ اور معارف تصوف کی تاریخ ہے۔

6۔**مناقب الاصفیاء:** شاہ شعیب فردوسی مخدوم جلال منیریؒ کے فرزند اور مخدوم جہان حضرت شرف الدین احمد منیریؒ کے عم زاد بھائی اور خلیفہ تھے۔ ۱۱ ربیع الاول ۶۸۸ھ کجاوان ضلع پٹنہ (انڈیا) میں پیدا ہوئے سات سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، نانا شیخ ابو بکرؒ نے ان کی پرورش کی۔ عالم شباب میں معشوق حقیقی کا جذبہ عشق ان پر غالب آیا اور بے اختیار اور بے قرار ہو کر جنگل کی طرف چلے گئے ایک عرصہ مجاہدہ اور مراقبہ میں مستغرق رہے وفات 826ھ ہے۔ "مناقب الاصفیاء" سلسلہ فردوسیہ، کبرویہ اور سہروردیہ کے عالی مرتبت مشائخ کا مربوط تذکرہ ہے۔ کتاب حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری (م782ھ) کی ذات بابرکات کے احوال، شجرہ اور خلفاء کے حالات اور تعلیمات پر مشتمل ہے۔[15]

سیر العارفین: شیخ درویش جمالی (م ۹۴۲ھ / 1535ء) کی تصنیف ہے آپؒ کا اصلی نام شیخ ابن فضل اللہ ہے۔ آپ نے سلوک کی منازل اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ سماء الدین دہلویؒ (م ۹۰۱ھ/1495ء) کی خدمت میں طے کیں آپؒ کی ایک تصنیف مثنوی مہر نوماہ ہے جو سیر و سیاحت اور عرفاء و علماء سے ملاقات کے احوال پر مشتمل ہے۔ سیر العارفین اس سلسلہ چشتیہ کے چودہ افراد کے احوال، سوانح اور ملفوظات و تعلیمات پر مشتمل تذکرہ ہے۔[16]

ہاں تک ان تذکروں کی مختصر تاریخ ذکر کی گئی ہے جو شیخ محدثؒ کے عہد سے پہلے صوفیاء کے احوال پر زبان فارسی میں لکھے گئے لیکن تذکروں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا اور شیخ محدثؒ کے ہم عصر بہت سے لوگوں نے تذکرے لکھے اور ان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اخبار الاصفیاء (عبد الصمد بن افضل)، گلزار ابرار (محمد غوثی شطاری)، کلمات الصادقین (محمد صادق ہمدانی)، زبدۃ المقامات (میر محمد ہاشم کشمیری) شیخ محدثؒ کے عہد ہی میں اور مجمع الاولیاء (میر علی اکبر حسینی) تذکرہ مشائخ کشمیر (ملانصیب کشمیری)، سفینۃ الاولیاء تالیف شہزادہ محمد دارہ شکوہ، مونس الارواح مؤلفہ شہزادی جہاں آراء بیگم، سیر الاقطاب مصنفہ شیخ اللہ دیا چشتی بن شیخ عبد الرحیم، مرآۃ الاسرار مصنفہ شیخ عبد الرحمان قریشی چشتی، ریاض الاولیاء، مصنفہ محمد بختاور خاں، سواطع الانوار، مصنفہ شیخ محمد اکرم، سفینۃ العارفین، مصنفہ محمد امان اللہ بن محمد یوسف، روضۃ الاصفیاء، غلام علی آزاد بلگرامی بعد کے مشہور فارسی تذکرے ہیں۔

مختصر سوانح حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی:

---

9) ابو عبد الرحمن محمد بن حسین سلمی، طبقات الصوفیہ شاہ محمد چشتی، مترجم طبقات الصوفیہ، لاہور۔ ادارہ پیغام القران، ط ۲۰۱۱ء، ص5

10) محمد بن منور، اسرار التوحید فی مقامات ابو سعید ابو الخیر، تہران۔ ایران، ط۱۳۸۶ش، مقدمہ، ص ۲

11) ، فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیاء، (مترجم)، لاہور۔ شبیر برادرز، 1990ء، ص3

12) سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش، کشف المحجوب، مترجم، غلام معین الدین نعیمی، کراچی۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی، 1980ء، مقدمہ، ص ۵

13) عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ط دوم، لاہور۔ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، جنوری 2015ء ص ۹۶

14) محمد بن مبارک میر خورد، سیر الاولیاء، دہلی۔ مطبع نجیب، ۱۳۵۲ھ، مقدمہ، ص ۱۷

15) مناقب الاصفیاء، اردو ترجمہ، مناقب الاصفیاء، مولانا ڈاکٹر علی ارشد اشرفی، مکتبہ بیت الشرف خانقاہ معظمیہ۔ بہار (انڈیا)، 2000ء، ص ۳۱۔ ۳۲

16) شیخ درویش جمالی، سیر العارفین، دہلی۔ مطبع رضوی، ۱۳۱۱ھ، مقدمہ، ص ۰۹

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنے عہد کے ایک ممتاز عالم،فقیہ، محدث، مفسر، صوفی، منطقی، تھے جنہوں نے زندگی کا ایک طویل عرصہ تصنیف تالیف،درس وتدریس،وعظ ونصیحت اور اصلاح معاشرہ میں گزاری۔انہوں نے جہاں علم حدیث کو ہندوستان میں رواج دیا اور لوگوں کے کانوں کو حضور ﷺ کے فرامین سے محظوظ کیا وہیں حضور ﷺ کی سیرت لکھ کر آپ ﷺ کی عملی زندگی کا نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کیا۔اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے وہ عظیم ہیرو جنہوں نے لوگوں کی زندگیوں کو بدلا،اور انہیں کفروشرک کی تاریک وادیوں سے نکال کر ایمان کی روشن ومنور صبح سے آشنا کیا۔شیخ محدثؒ نے ان کی زندگیوں کو آنے والے نسلوں کیلئے محفوظ کر دیا۔ذیل میں شیخ محققؒ کے مختصر احوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

نام،کنیت وپیدائش: شیخ محدثؒ کا نام "عبدالحق "کنیت "ابوالمجد "اور لقب "محدث دہلوی " ہے۔آپ کی پیدائش ہند کے مشہور شہر دہلی میں بروز جمعہ 1 محرم الحرام 958ھ مطابق 9 جنوری 1551ء کو ہوئی۔[17]

والدِماجد: آپ کے والد شیخ سیف الدینؒ خوش طبع صوفی بزرگ اور بلند پایہ شاعر تھے۔500 اشعار پر مشتمل مثنوی "سلسلۃ الوصال "ایک دن میں تحریر کی۔[18]

تعلیم اور شوق علم: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔انہوں نے آپ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی۔ تھوڑی مدت میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔اپنے والد سے ابتدائی تعلیم پانے کے بعد گھر سے (دو)2 میل کے فاصلے پر مدرسہ دہلی میں داخلہ لیا۔سخت سردی اور گرمی کے موسم میں بھی روزانہ دو مرتبہ مدرسہ جاتے۔آپ کو حصول علم کا ایسا شوق تھا کہ خود فرماتے ہیں:"علم نحو میں کافیہ،لب الالباب اور ارشاد وغیرہ کے بعض اوقات ایک ہی مجلس میں سولہ(16) سولہ(16) صفحات پڑھ جاتا اور شوق کا یہ حال تھا کہ حاشیہ والی جب کوئی کتاب میسر آجاتی تو وہ کتاب میں کسی استاد سے پڑھنے کے بجائے اکثر اپنے آپ ہی پڑھ لیا کرتا تھا اور سمجھ بھی لیتا تھا۔علم حاصل کرنے کی شوق کی وجہ سے کبھی وقت پر کھانا کھایا نہ سویا۔"آپ نے (سترہ)17 یا (اٹھارہ)18 سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فراغت حاصل۔پھر ماوراء النہر چلے گئے اور وہاں کے بڑے بڑے علما سے فیض حاصل کیا۔اس کے بعد درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہو گئے۔[19]

بیعت: بچپن میں اپنے والد شیخ سیف الدین سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔اس کے علاوہ شیخ موسیٰ پاک شہیدؒ اور شیخ عبدالوہاب متقیؒ سے بھی اکتساب فیض کیا۔شیخ خواجہ باقی باللہؒ سے سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت حاصل کی۔آپ کو سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بے پناہ عقیدت اور خصوصی تعلق تھا۔خود فرماتے ہیں:"مجھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے خواب میں حضور نبی پاک ﷺ کے اشارے پر بیعت کیا۔"ایک جگہ لکھتے ہیں:"میرا مرکز اعتماد ان پر ہے جن کا قدم اولیاء کی گردنوں پر ہے۔"[20]

دینی خدمات: آپ کے دور میں اکبر بادشاہ کے گمراہ کن نظریات، دین الٰہی کے نام سے پھیل چکے تھے اور بہت سے لوگ اس فریب میں آکر حق کی راہ سے ہٹ گئے تھے۔آپ نے خاموشی سے دہلی میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور درس وتدریس کے ساتھ وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا۔اس کا فائدہ یہ ہوا کہ عام لوگوں کے دلوں سے گمراہی والے نظریات دور ہونے لگے اور یوں آپ نے دین الٰہی کا فتنہ ختم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔آپ نے 30 سے زیادہ علوم پر 134 سے زائد کتابیں لکھیں۔اس کے علاوہ 150 سے زائد نصیحت بھرے وہ خطوط بھی ہیں جو آپ نے اپنے دوستوں، حکمرانوں، علما، صوفیا اور شاگردوں کو لکھے۔اکبر کے مرنے کے بعد جہانگیر نے تخت پر بیٹھتے ہی ایک قاصد آپ کی خدمت میں بھیجا کہ دین سے متعلق کچھ معلومات فراہم کریں۔آپ نے " نوریہ سلطانیہ "کتاب لکھ کر بادشاہ کی تربیت فرمائی۔آپ نے چار طریقوں سے تبلیغ اسلام کا مشن جاری رکھا:(1) اپنی اولاد کو ایسی تربیت دی کہ وہ آپ کے مشن کو جاری رکھ سکے۔(2) شاگردوں کو ہندوستان اور بیرون ملک اشاعت اسلام کے لئے روانہ کیا۔(3) اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے قدیم وجدید موضوع پر کتابیں لکھیں۔(4) علماء ومشائخ، حکمرانوں اور بادشاہوں سے خط وکتابت کر کے رابطہ رکھا۔[21]

وصال: آپ کا انتقال بروز جمعہ 22 ربیع الاول 1052ھ مطابق 20 جون 1642ء کو ہوا۔مزار مبارک دہلی میں واقع ہے۔[22]

---

17) خلیق احمد نظامی، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، لاہور۔مکتبہ رحمانیہ، س ن، ص 73؛ ڈاکٹر محمد یونس قادری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی موضوعاتی مطالعہ، کراچی۔مکتبہ الحق، 2007ء، ص 91

18) اخبار الاخیار، ص 307

19) ایضاً، ص 623؛ شیخ عبدالحق محدث دہلوی موضوعاتی مطالعہ، ص 92

20) اخبار الاخیار، ص 628

21) شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک موضوعاتی مطالعہ، ص 240، 239

22) منشی برکت علی حقی، مراۃ الحقائق تذکرہ شیخ عبدالحق محدث، رامپور (انڈیا)۔مطبع عزیزی، س ن، ص ۹۲

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تذکرہ نگاری:

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے جہاں مختلف موضوعات پر کم و بیش ۱۳۴ تصانیف تحریر کی ہیں وہیں مشائخ کرام کے احوال کو محفوظ کرنے میں خاص کوشش وسعی کی ہے صوفیاء کرام کی تذکرہ نگاری آپؒ کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔انہوں نے نہ صرف نے بزرگان دین کے سوانح حیات کو محفوظ کیا ہے بلکہ ان کی تعلیمات کو بھی شرح وبسط سے بیان کیا ہے ان کی زندگی اور تعلیمات سے آپ کو جو دلی لگاؤ اس کے سبب آپ نے ان افکار کو اس انداز میں پیش کیا ہے جس سے ان کی حیات بخش فیضان سے ملت کے افکار و نظریات بیرونی زہریلے اثرات سے محفوظ رہیں اور گلشن اسلام سدا بہار رہے۔

اس موضوع پر ان کی درج ذیل مشہور تصانیف موجود ہیں:

1۔اخبار الا خیار فی احوال الا برار

2۔زادالمتقین فی سلوک طریق الیقین

3۔انوا ر الجلیۃ فی احوال مشائخ الشاذلیۃ

ذیل میں ان کتب کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا۔

اخبار الا خیار: شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی مقبول عام تصنیف اور اپنی تالیف سے لے کر اب تک مسلسل شائع ہونے والی اور دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کی جانے والی کتاب "اخبارالاخیار" ہے۔اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے بعد آنے والی تمام کتب میں اس کو اپنا ماخذ بنایا ہے اور اس سے استفادہ کیا گیا ہے اور نہ صرف متاخرین بلکہ شیخ محدثؒ کے ہم عصر مؤرخین بھی اس کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہیں اور شیخ محدثؒ کی زندگی ہی میں اس کتاب کو مقبولیت اور شہرت حاصل ہوگئی تھی۔جہانگیر بادشاہ اس بارے میں رقم طراز ہے:

"شیخ عبدالحق دہلوی کہ از اہل فضل وارباب سعادت است دریں آمدن دولت ملازمت دریافت، کتابے تصنیف نمودہ بود مشتمل بر احوال مشائخ ہند بنظر در آمدہ خیلے زحمتھا کشیدہ، مدتہا است کہ در گوشہ دہلی بوضع توکل وتجرید بسر می برد، مرد گرامی است"[23]

ترجمہ: شیخ عبدالحق جو اہل فضل اور ارباب سعادت میں سے ہیں میرے یہاں تشریف لائے انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں ہندوستان کے مشائخ کے حالات درج ہیں۔ میں نے اس کو دیکھا ہے اس تصنیف میں انہوں نے بڑی محنت کی شیخ مدت سے دہلی کے ایک گوشہ میں توکل وتجرید کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور مرد نامی گرامی ہیں۔

شیخ محدثؒ کے ایک اور معاصر محمد غوثی شطاری لکھتے ہیں:

"الحمدللہ آپ نے اس فرصت کے اندر عالم باطن کے پردہ نشینوں کی تصویر بھی قلم کی نقاشی سے کھینچ کر معرفت بیانی کے تصویر خانہ میں جگہ دی ہے بالخصوص تذکرہ مشائخ جو "اخبار الاخیار" کے نام سے مشہور ہے۔اس کتاب کی خوبیاں تعریف کے قالب میں نہیں سما سکتیں۔"[24]

اخبار الاخبار کی ترتیب وتالیف مختلف اوقات میں ہوئی تھی اور یہ سلسلہ ۹۹۳ تا ۹۹۹ھ اور اس کے بعد بھی جاری رہا۔اس کے قلمی نسخے بوڈیسن ایشائک سوسائٹی، برٹش میوزیم، کیمبرج یونیورسٹی لائبریری اور بانکی پور وغیرہ کے کتب خانوں میں ہیں۔

وجہ تالیف: اولیاء کرام وبزرگان دین کے حالات وواقعات کو قلمبند کرنے اور تذکرہ نویسی کی غرض وغایت کے سلسلے میں وہ اخبار الاخبار کے دیباچے میں لکھتے ہیں۔

"برارباب الباب واصحاب ابصار کہ زمرہ اہل خبرت واعتبار اند، محقق ومقرر است کہ موثر ترین حالات بلکہ افضل عبادات مصاحبت اہل کمال ومجالست مقربان درگاہ ذوالجلال است، زیر اکہ بمشاہدہ استقامت احوال ایشاں سالک راہمتی دست دہد کہ تحمل اعبائی عبادت وبرداشت مشاق ریاضت کہ لازم سلوک این طریق است آسان شود بلکہ بمعائنہ جمال ایشان نوری در دل افتد کہ ظلمت ریب وارتیاب کہ علت بُعد وحجاب است ذائل گردو"[25]

ترجمہ: اہل عقل وبصیرت اور باشعور حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ بہترین اثر اندازی بلکہ افضل ترین عبادت اہل کمال حضرات کی رفاقت اور مقربان دربار الٰہی کی مجلس ہے کیونکہ ان کی استقامت کو دیکھ کر سالک کیلئے راہ عبادت کی بڑی بڑی تکالیف آسان ہو جاتی ہیں بلکہ وہ شکوک وشبہات جو کہ بُعد وحجاب کا سبب ہیں محض ان کی زیارت سے زائل ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد صوفیائے برصغیر پاک وہند کا تذکرہ بالخصوص لکھنے کی وجہ لکھتے ہیں:

"وچوں ذکر از مشائخ از دیار عرب وعجم در کتب وصحائف ارباب معارف مسطور ومذکور شدہ است چناں مخطور خاطر ناتر شد کہ آنچہ از اخبار وآثار ثبت آں دریں اوراق اختیار افتد بعد از ذکر حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الجیلانیؒ مخصوص ایں دیار باشد یعنی دیار ہندوستان کہ مقام خاص غرباء محبان ودوستان است زیرا کہ کہ اگرچہ احوال بعضے از مشاہیر ایشان مسطور ومزبور شدہ لیکن اخبار اکثری از مشائخ وعلماء واتقیاء دیگر کہ از زماں ابتدائی فتح اسلام کہ زمان ظہور این کرام دریں دیاراست در ہر عصری وعہدی معروف ومشہور بودند در کتابی معین ومبین مسطور نیست"[26]

23) نور الدین جہانگیر بادشاہ، توزک جہانگیری، بہ تصحیح سر سید احمد خان، علی گڑھ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ط2007ء، ص ۲۵۲

24) محمد غوثی شطاری مانڈوی، گلزار ابرار، مترجم، فضل احمد جیوری، ترجمہ (اذکار ابرار) لاہور۔ سید احمد شہید اکیڈمی نفیس منزل ۱۴۲۷ھ، ص ۵۹۹

25) مقدمہ اخبار الاخیار، ص ۶

26) ایضاً، ص ۷

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ترجمہ: چونکہ عرب وایران کے مشائخ کے حالات تو اربابِ معارف کی کتب ورسائل میں مدون ہیں اس لیے دل میں یہ خیال آیا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے تذکرہ کے بعد ہندوستان کے مشائخ کے حالات سپرد قلم کیے جائیں کیونکہ ہمارا ملک محبان خدا اور اولیاء اللہ کا خاص مرکز رہا ہے اور اگرچہ بعض مشائخ کے حالات بقید تحریر آچکے ہیں لیکن اکثر علماء صلحاء اور اتقیاء جو فتح السلام کے ابتدائی دور سے اس ملک میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ کے مشہور بزرگوں میں ہیں ان کے تفصیلی حالات میں کوئی مخصوص کتاب نہیں۔

منہج واسلوب: کتاب ایک دیباچہ، تین طبقات اور ایک تکملہ پر مشتمل ہے۔ دیباچہ میں مصنفؒ نے اللہ کی تعریف وثناء اور حضور فخر موجودات ﷺ کی نعت کے بعد اس کتاب کی تصنیف کی غرض و غایت بیان کی ہیں اور اس کتاب کی تصنیف پر برانگیختہ کرنے والے اسباب کا ذکر کیا ہے چونکہ مصنف سلسلہ قادریہ سے خصوصی نسبت رکھتے تھے اور اس کو اپنے لیے فخر اور باعث نجات گردانتے ہیں اس لیے انہوں نے کتاب کے شروع میں شیخ الاسلام محی الدین شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے مختصر سوانح حیات ذکر کیے ہیں آپؒ کے ملفوظات اور چند کرامات ذکر کیے ہیں اس کے بعد کتاب کو تین طبقات پر تقسیم کیا ہے۔

1۔ طبقہ اول: حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ، ان کے ہم عصر مشائخ ان کے خلفاء مریدوں کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

2۔ طبقہ دوم: حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ، ان کے ہم عصر بزرگ اور ان کے خلفاء کا تذکرہ۔

3۔ طبقہ سوم: اس میں شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ ان کے ہم عصر مشائخ، ان کے خلفاء اور مصنفؒ کے زمانے تک کے اولیاء کرام کا تذکرہ ہے۔ تکملہ میں مصنفؒ نے اپنے خاندان کے حالات درج کیے ہیں خصوصاً اپنے والد گرامی کے حالات وملفوظات اور اپنے بچپن کے حالات ذکر کیے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ کتاب 262 صوفیاء وعلماء 14 مجاذیب اور 6 نساء صالحات کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

تنقیدی جائزہ:

کتاب کی زبان سادہ اور عام فہم ہے موصوفؒ کا اندازِ تحریر علمی تنقیدی تحقیقی اور مؤدبانہ ہے۔ ایک ایسا طالب علم جو قرون وسطیٰ کی تاریخ سے واقف ہونا چاہتا ہو آپؒ کی اس تصنیف سے بڑی عمدگی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

شیخ محدثؒ استدلال کے موقع پر دوران تحریر وہ جابجا خوبصورت اشعار لے کر آئے ہیں ان میں سے کچھ ان کے طبع زاد ہیں جبکہ بعض دوسرے شعراء کا کلام ہیں ان اشعار نے کلام میں ایک خوبصورتی پیدا کردی ہے اور اکثر جگہ ایک شعر میں وہ بات سمودی گئی ہے جس کے بیان کیلئے کئی صفحات کے طویل مضمون بھی ناکافی ہیں۔ شیخؒ نے الفاظ کی بھول بھلیوں میں قاری کو الجھانے کے بجائے اپنے مدعا کو بالکل واضح اور آسان پیرائے میں بیان کیا ہے۔ اس دور کے انداز تحریر کو اپناتے ہوئے جابجا علمی، فقہی، عربی اقتباسات نے آپ کی تحریر کو چار چاند لگائے ہیں

امتیازی خصائص:

اخبار الاخیار دیگر بہت سی خصوصیت کے ساتھ ساتھ درج ذیل امتیازی خصائص کی حامل ہے:

صوفیاء کی تصانیف کا تذکرہ: یوں تو اکثر کتب تذکرہ میں صوفیاء کی تصانیف کا ذکر ملتا ہے لیکن اخبار الاخیار میں نہ صرف یہ کہ ان صوفیاء کی تصانیف کا ذکر ہے بلکہ ان میں سے بعض کے اقتباسات بھی شیخ محدث نے دیے ہیں۔ اور اکثر جگہ ان تصانیف کے مقام ومرتبے کو بھی بیان کیا ہے جس سے ایک قاری کیلئے ان سے استفادہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بہت سے صوفیاء کے مکاتیب جو پند ونصائح پر مشتمل ہیں شیخ محدثؒ نے انہیں اپنے تذکرہ میں جگہ دی ہے۔ بلکہ کچھ تصانیف کا سراغ تو اب صرف اس تذکرہ ہی کی وجہ ملتا ہے ورنہ وہ کتب دست برد زمانہ کی نظر ہوگئی ہیں۔

مختلف سلسلہ ہائے تصوف کا ذکر: اخبار الاخیار سے پہلے کے ہندوستانی صوفی تذکروں میں یہ رجحان غالب رہا ہے کہ یہ کسی مخصوص سلسلہ طریقت کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اور صرف اسی سلسلہ طریقت کے لوگوں کا ذکر ملتا ہے۔ اخبار الاخیار کے سرسری مطالعے سے بھی یہی گمان ہوتا ہے لیکن عمیق مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اخبار الاخیار اس حوالے سے منفرد ہے۔

☆ بعض صوفیاء کرام کے تذکرے اخبار الاخیار میں ایسے اضافی یقینی حقائق کے ساتھ پیش کیے ہیں جو دوسرے تذکروں میں اول تو ملتے بھی نہیں اور اگر ملتے ہیں تو اتنے کم ہیں کہ ان کے مطالعے سے قارئین کی تسلی نہیں ہوتی۔

☆ صوفیاء کرام اور مشائخ کے تذکرہ میں بعض تصانیف یا مکتوبات کے کسی مجموعہ سے جو انتخابات پیش کیے ہیں ان کی دستیابی اب موجودہ دور میں ناممکن ہے اس سے شیخ محدثؒ کے وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔

تاریخی وجغرافیائی اہمیت: مصنفؒ بعض اوقات کسی بزرگ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں بلکہ وہ فلاں بادشاہ کے عہد میں قید کیے گئے یا فلاں مغل کے ہاتھوں مقتول ہوئے تو اس سے اس عہد کی تاریخ پر روشنی پڑتی ہے اسی طرح بعض اوقات وہ یوں کہتے ہیں شہر برھان پور کا نام شیخ برھان الدین کے نام پر رکھا گیا۔

☆ شہر ناگور کے بارے فرماتے ہیں کہ پہلے اس شہر کا نام نونگر مشہور تھا مغلوں نے اس شہر کے نام کو بدل کرنا گور کردیا۔

☆ اسی طرح اجمیر شہر کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وجہ تسمیہ اجمیر آنست کہ آجا نام راجہ بود از راجہای ہندوی تا حد غزنیں ملک بدست آوردہ بود ونیز آجا آفتاب را گویند ومیر بزبان ہند کوہ را گویند در تاریخ نامہای ہندوان نوشتہ اند اول دیوری کہ بر سر کوہ در ہندوستان بنیاد نہادہ اند ہمیں دیوار است کہ بر بالای کوہ اجمیر است "(27)

کہ ہندوں کا ایک راجہ جس کے زیر تصرف غزنی تک کا علاقہ تھا اس کا نام "آجا" تھا اور ھندی زبان میں آجا کا معنی ہے آفتاب (سورج)، "میر" کا معنی ہے پہاڑ۔ ہندؤوں کی قدیم کتابوں میں لکھا ہے کہ ہندوستان کی پہاڑیوں پر جو پہلی دیوار قائم ہوئی وہ یہی اجمیر کے پہاڑ پر قائم دیوار ہے۔ (گویا اس دیوار کو سورج کی بلندی سے تشبیہ دیتے ہوئے آجامیر "کا لفظ بنا جو تغیر زمانہ کے ساتھ اجمیر ہو گیا)

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے تذکرہ میں اجودھن (پاکپتن) کے رہنے والے لوگوں کے سماجی رویے کی معلومات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

27) اخبار الاخیار، ص ۲۴

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"عاقبت در مقام اجودھن کہ مردم وی درشت خوی، ظاہر پرست و منکر درویشاں بودند، آمد"[28] ترجمہ: آخر کار اجودھن کے مقام پر آکر قیام کیا جہاں کے لوگ سخت زبان، سخت دل، ظاہر پرست اور درویشوں کے منکر تھے

اسی طرح صوفی بدھنؒ کے حالات زندگی میں ایک واقعہ عام لوگوں کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور شیخ صوفی بدھنیؒ چنگیز خانیوں (تاتاریوں) کے ہاتھوں گرفتار ہوئے، ایک روز تمام قیدی بھوکے اور پیاسے تھے ایسے میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اپنی بغل سے روٹیاں نکال نکال کر قیدیوں کو تقسیم کر رہے تھے اور صوفی بدھنی ایک ہی لوٹے سے تمام قیدیوں کو پانی پلاتے رہے (جو کہ مذکورہ بالا دونوں حضرات کی کرامت ہے)۔ چونکہ کاک روٹی کو کہتے ہیں اس نسبت سے خواجہ قطب الدین بختیارؒ کا لقب کاکی مشہور ہوا اور بدھن ہندی زبان میں ٹونٹی والے لوٹے کو کہتے ہیں اس لیے صوفی مشہور بہ بدھنی ہوئے۔[29]

اس سے اور اس جیسے دیگر واقعات سے ہمیں بعض شخصیات کے القابات و خطابات کی وجہ تسمیہ معلوم ہوتی ہے ۔

اسی طرح شیخ احمد کھتوؒ کے حالات ضمن میں احمد آباد شہر کے نام رکھنے کی وجہ تسمیہ جامع مسجد احمد آباد اور دیگر گجرات کے تاریخی احوال نقل کرتے ہیں جو کہ تاریخی اور اہمیت کی حامل معلومات ہیں[30] کالپی شہر کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کا نام پہلے "محمد آباد" تھا اور شیخ علاء الدین قریشی گوالیری کا مقبرہ محمد آباد عرف کالپی میں موجود ہے۔[31] خواجہ حمید الدین ناگواری کے مقبرہ کے بارے فرماتے ہیں:

"عمارتی کہ بر سر قبر خواجہ حسین ناگواری است، ساختہ سلطان غیاث الدین خلجی است و دروازہ روضہ شیخ حمید الدین ناگواری کہ در ناگوار است ساختہ یکی از ملوک مندو است کہ بعد از وی ساختہ است و عمارتی کہ وروزہ و روضہ شیخ در ناگور است ھم بنای اوست و نیز چہار دیوار مقبرہ ناگور ساختہ محمد تغلق است"[32] حضرت حسین ناگوری کے مزار کے اوپر عمارت سلطان غیاث الدین خلجی نے خود بنوائی البتہ آپ کے روضے کا دروازہ سلطان کے بعد مندو کے دوسرے بادشاہوں نے بنوایا۔ شیخ حمید الدین ناگوری کے دروازہ اور روضہ کی عمارت جو ناگور میں ہے وہ اور مقبرہ ناگور کی چار دیواری بھی سلطان محمد تغلق نے بنوائی۔

اوچ شہر کی تعمیر اور بنیاد رکھنے کے واقعہ کو یوں نقل کرتے ہیں:

"شیخ ابو اسحق گازرونی بعد از عطای نعمت و خلافت بسید صفی الدین حکم کرد کہ بر اشتری سوار شو و ھر جانب کہ آن اشتر برود تو نیز برو، و آنجا کہ بنشید مقام ساز و متوطن شو، چوں بہ ایں سرزمین کہ اوچہ در آنجا است رسید شتر بنشست و بر نخاست ھمانجا بحکم اشارت شیخ توطن کرد و شہر اُچہ آبادان ساخت۔ گویند کہ زمین اچہ و صحرای او کیفتی و حالتی وارد کہ در زمینھای دیگر نیست البتہ کسی راہ بوادی فراق و دیوانگی می برو"[33]

ترجمہ: شیخ ابو اسحاق گازرونی نے اپنے بھانجے سید صفی الدین گازرونی کو خلعت خلافت پہنا کر ایک اونٹ پہ سوار کیا اور کہا جدھر یہ اونٹ جائے تم ادھر چلے جاؤ اور جہاں جا کر یہ بیٹھ جائے وہاں تم سکونت اختیار کرنا چنانچہ وہ سرزمین جسے اوچ کہا جاتا ہے اونٹ وہاں پہنچا اور بیٹھ گیا اور وہاں سے پھر نہ اٹھا۔ شیخ (صفی الدین گازرونی) نے اسی جگہ کو بحکم شیخ اپنا مسکن اور ٹھکانا بنالیا۔

لہٰذا کتاب کہ مطالعہ سے یہ بات واضح معلوم ہوتی ہے کہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخبار میں ایسی بہت سی اہم تاریخی، جغرافیائی اور عمرانی معلومات تحریر کی ہیں جو دیگر ذرائع سے دستیاب نہیں ہو سکتی تھیں۔

المختصر یہ کہا جا سکتا ہے کہ شیخ محدثؒ نے اخبار الاخبار کو نہایت عمدہ اسلوب پر تحریر کیا ہے اس کی علمی سیاسی، عمرانی، جغرافیائی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔

ان تمام خوبیوں اور امتیازات کے باوصف شیخ محدثؒ کے تذکرہ "اخبار الاخیار" میں بعض امور تشنہ محسوس ہوتے ہیں مثلاً

1۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ شیخ محدثؒ کے ذہن میں کسی صوفی یا عارف کے سوانح حیات کے حوالے سے کوئی مستقل خاکہ نہ تھا اس لیے انہوں نے بعض صوفیاء کرام کی صرف کرامت، کوئی واقعہ یا ان کا مختصر تعارف کرایا ہے جس سے قاری باقی تفصیل کیلئے بے چین رہتا ہے اور اسے دوسرے تذکروں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

2۔ اسی طرح بعض صوفیاء کے بارے میں کہ معلومات کہ وہ کون تھے، کیا تھے، کہاں سے تھے انہوں نے رشد و ہدایت کے حصول کیلئے کہاں کہاں وقت گزارا وغیرہ معلومات ناکافی ہیں۔

---

28) ایضاً، ص ۵۲

29) ایضاً، ص ۷۹

30) اخبار الاخیار، ص ۱۵۶

31) ایضاً، ص ۱۶۳

32) ایضاً، ص ۱۸۳

33) ایضاً، ص ۲۰۵

3۔اسی طرح بعض صوفیاء کی تاریخ پیدائش، تاریخ وفات وغیرہ بھی دستیاب نہیں جو دوسرے تذکروں میں بھی موجود نہیں یوں انکے صحیح حالات تک رسائی سے قاری ہمیشہ کیلئے محروم ہو گیا ہے۔ مثلاً طبقہ سوم میں "شیخ یوسف چڑیا کوٹی" کے احوال میں صرف اتنا درج ہے کہ وہ ذکر کیا کرتے تھے اور ان کا ذکر میں ایک خوبصورت انداز تھا۔ان کا عہد، ان کی تبلیغی سرگرمیاں، ان کا علمی مقام وغیرہ معلومات بالکل بھی موجود نہیں جس سے ایک قاری کی تشنگی باقی رہ جاتی ہے۔(34)

وجوہات:

ان کی وجوہات میں سے ایک وجہ تو یہ بھی ہے کہ انہوں نے شاید ان شخصیات کے احوال اس لیے نہیں تفصیلی لکھے کہ یہ لوگوں میں مشہور تھے اور ان کے احوال کی تفصیل دیگر مقامات میں موجود تھی لہذا اگر ان کو تفصیلی لکھا جاتا تو دیگر بہت سے صوفیاء کے احوال لکھنے سے رہ جاتے اور کتاب کی ضخامت بہت زیادہ بڑھ جاتی اور شیخ محدثؒ اس سے بچنا چاہتے تھے۔اس لیے انہوں نے شروع میں جب یہ کتاب لکھی تو اس کے صفحات اور سطروں کی تعداد زیادہ تھی پھر کم کر دی چنانچہ فہرس التوالیف میں لکھتے ہیں:"نسخہ اول بقدر پانزدہ ہزار بیت است۔و متوسطہ دوازدہ ہزار بیت۔و منتخب آخر قرار یافتہ نہ ہزار و کسرے زائد"(35)یعنی پہلے 1500 سطریں لکھی گئیں پھر اس سے کم کر کے اس کو 1200 سطروں تک اور پھر 900 سطروں تک لائے۔

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کا مقصد اصل میں ان تذکروں سے ان صوفیاء کے احوال سے نصیحت حاصل کرنا تھا۔۔لہذا اس پہلو پر ان کی توجہ مرکوز رہی اور باقی حالات لکھنے سے رہ گئے۔
اور بقول سشمیتا بینرجی (Sushmita Banerr jee) شیخ محدثؒ کی وہ احتیاط ہے جو انھیں بحیثیت ایک حدیث کے عالم کے مجبور کرتی ہے کہ وہ صرف انہی باتوں کو تحریر کریں جن کے صحیح ہونے کا ان کو سو فیصد یقین ہو۔اور جن کے بارے انہیں شک ہو وہ ان کو اپنی تحریر میں جگہ نہ دیں۔(36)

مصادر و مراجع:

اس کے ساتھ ساتھ چند ایک اہم مصادر و مراجع کا ذکر بھی کیا جائے گا جو اخبار الاخیار کی تالیف کے وقت شیخ محدثؒ کے پیشِ نظر تھیں اور انہوں نے ان سے استفادہ کیا۔

1۔دلیل العارفین (ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
2۔سلسلۃ الذھب مصنف شیخ محمد نور بخش
3۔فوائد الفواد، ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (مرتبہ امیر حسن سجزی
4۔سیر الاولیاء امیر خورد
5۔خیر المجالس: تعلیمات خواجہ نظام الدین اولیاءؒ مرتبہ مولانا حمید قلندر
6۔سرور الصدور: ملفوظات حمید الدین ناگوریؒ
7۔بحر المعانی: تین ہزار بیاسی صوفیاء کا تذکرہ مرتبہ سید شیخ محمد ظفر مکی سرہندی

۲۔زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین:

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی یہ تصنیف اگرچہ مستقل تذکرہ نہیں بلکہ یہ برصغیر پاک و ہند سے ہجرت کر کے حرمین شریفین کو اپنا مستقل ٹھکانہ بنانے والے دو عظیم صوفی بزرگوں کی سوانح ہے لیکن اس کا مقصد سوم (تیسرا حصہ) بہت سے صوفیاء کے تذکرہ پر ہی مشتمل ہے اس لیے شیخ محدثؒ کی اس تصنیف کو بھی تذکرہ میں کے ذیل میں ہی دیکھیں گے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی یہ تصنیف دراصل سولہویں صدی عیسوی کے ان ہندوستانی علماء اور صالحین کے ذکر پر مشتمل ہے۔ جنہوں نے حرمین طیبین کو مستقل یا عارضی اپنی قیام گاہ بنا لیا تھا خصوصاً شیخ علی متقی قادری شاذلیؒ کے حالات زندگی ان کے روحانی اور علمی کارناموں کی تفصیل پر مشتمل ہے اس کے ساتھ ساتھ تقریباً (چونتیس) ۳۴ صالحین اور (نو) ۹ مرد و عورت مجاذیب کا مختصر تذکرہ یا ان سے منسوب کوئی واقعہ اس کتاب میں درج ہے۔
کتاب کو مصنفؒ نے تین مقاصد (حصوں) اور ایک دیباچہ میں تقسیم کیا ہے۔ مقصد اول (پہلا حصہ) شیخ علی متقیؒ کے حالات، سیر و سیاحت، مکہ معظمہ آمد، علماء حرمین شریفین سے اکتساب علم، تصنیف و تالیف، مختلف مشائخ سے ارادت و خلافت اور ان کی علمی و تبلیغی سرگرمیوں کی تفصیل پر مشتمل ہے۔
مقصد دوم (دوسرا حصہ): شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاذلیؒ کے حالات و تبلیغی و علمی سرگرمیوں پر مشتمل ہے۔
مقصد سوم (تیسرا حصہ): ان صالحین امت کے احوال پر مشتمل ہے جنہوں نے ۱۶ ویں صدی عیسوی میں حرمین شریفین (مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ) کو اپنا ٹھکانا بنا رکھا تھا۔
کتاب کا زیادہ تر حصہ شیخ علی متقیؒ اور شیخ عبدالوہاب متقیؒ کے احوال پر مشتمل ہے۔ان دونوں حضرات کا شمار ان بزرگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ہندوستان کے علوم دینی کے فروغ کیلئے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں خصوصاً حجاز، یمن، شام اور مصر، اور ہندوستان کے اکثر ساحلی میں حدیث، تفسیر، فقہ، تصرف اور دیگر علوم اسلامیہ کے فروغ میں ان کی سعی جمیلہ کا ایک واقعہ حصہ ہے۔

---

34) اخبار الاخیار، 230

35) حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص ۱۹۷

36) Sushmita Banerjee, "Conceptualizing The past of Muslim community in India", The Indian Economic And Social History Review, New Dehli, 54-4, 2017: p 456

Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

کتاب کے پہلے مقصد جو کہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے کہ مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے شیخ علی متقیؒ کے بارے میں اپنے پیرو مرشد حضرت عبدالوہاب متقیؒ کے علاوہ بھی دوسرے بہت سے لوگوں سے معلومات حاصل کی ہیں جن میں ان کے شاگرد مریدین اور فیض یافتہ گان ہیں۔ واقعات وحالات زیادہ تر چشم دید اور مبالغہ آرائی سے پاک ہیں۔ شیخ علی متقیؒ کے حالات کے ضمن میں اس وقت کے شجر عالم، راسخ العقیدہ، متشرع بزرگ شیخ حسام الدین متقیؒ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ شیخ حسام الدین متقیؒ تلنبہ (ملتان) کے رہنے والے تھے۔ انہوں شہر ملتان میں مدرسہ قائم کیا تھا اور وہاں طلباء کو حدیث، فقہ، تصوف کا درس دیا کرتے تھے۔[37] دسویں صدی ہجری کے مؤرخ حضرات ان کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں مثلاً بدایوانی نجات الرشید میں لکھتے ہیں: کہ شیخ حسام الدین متقی کی پرہیز گاری اور شریعت کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی شیخ بہاؤلدین کی درگاہ کی طرف جاتے تو اندر داخل نہیں ہوتے یا ہر فاصلہ پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھتے اور وہیں سے واپس آجاتے تھے۔ درگاہ کے اندر نہ جانے کا سبب یہ تھا کہ اس کی تعمیر امراء سلطنت نے اس روپیہ سے کرائی تھی جو ان کے پاس غیر شرعی ٹیکسوں کی صورت میں آتا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس کی تعمیر میں جو مزدور لگائے تھے ان کی مزدوری یا اجرت شریعت کے قانون کے مطابق ادا نہیں ہوتی تھی۔[38] شیخؒ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس ان کے قصبہ تلنبہ میں قابل کاشت زمین تھی اور اس زمین پر کاشت کیلئے حکومت وقت کو عشر دیا کرتے تھے۔ صرف اسی کی آمدنی سے اپنی ضروریات پوری کیا کرتے تھے۔ سلطان سکندر لودھی نے آپؒ کو اپنے دربار سے منسلک ہونے کی دعوت دی اور ایک بڑی جائیداد بھی آپؒ کی خدمت میں پیش کی لیکن شیخؒ نے نہ سلطان کے دربار میں حاضری دی اور نہ ہی جائداد قبول کی۔ ملتان پر جب لنگا حکومت ختم ہوئی اور بلوچ سرداروں کا تسلط ہوا تو انھوں شریعت کو بالائے طاق رکھ کر لوٹ کھسوٹ شروع کر دی شیخ حسام الدینؒ کی زمین بھی اسی زد میں آگئی اور بھر فاقہ کی نوبت آگئی ان ایام میں صرف دریا کی لائی ہوئی مچھلی کھاتے تھے اور وہ بھی اس وقت کہ جب ان کو یقین ہو جاتا تھا کہ ماہی گیر کا جال حلال کی کمائی سے بنایا گیا ہے۔[39]

اخبار الاخیار میں شیخ حسام الدین کے متعلق لکھا ہے:

"کہ باذوق طلباء کی اعانت اس طرح کرتے تھے جس طرح کوئی خادم اپنے آقا کی خدمت کیا کرتا ہے۔ اکثر طالب علم کے پاس کتابیں اپنے سر پر رکھ کر لے جاتے اس طرح اپنے ذاتی کردار سے ان میں کسر نفسی اور انکساری کی خوبیاں پیدا کرتے تھے "[40]

شیخ علی متقیؒ پر ان کے تقویٰ اور پرہیز گاری کا اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے اپنے نام کے ساتھ متقی کو حصہ بنالیا اور ان کی پیروی میں تمام زندگی فقر، تقویٰ اور درس و تدریس کیلئے وقت کر دی ملتان میں شیخ علی متقی اپنے مرشد روحانی شیخ حسام الدین متقیؒ کی خدمت میں تقریباً دو سال رہے روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ دینی کتابوں کی تعلیم بھی دی۔ خصوصاً تفسیرِ بیضاوی اور کتاب عین العلم کے مطالعہ کی راہنمائی فر مائی۔[41] ملتان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد شیخ علی متقیؒ نے کچھ عرصہ صحرا نوردی میں گزارا اور مختلف علما و مشائخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پھر آخر میں احمد آباد گجرات میں سکونت اختیار کی یہ سلطان بہادر شاہ 1537-1526ء کا عہد تھا۔[42] گجرات میں کچھ عرصہ قیام کے بعد شیخ عازم سفر ہوئے اور چلتے چلتے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ شیخ علی متقیؒ مکہ مکرمہ پہنچ کر شیخ علی بکری جو کہ دریا بکر سے تعلق رکھتے تھے کے حلقہ میں شامل ہوئے اور ان کے علاوہ مکہ مکرمہ کے دوسرے بہت سے علماء سے استفادہ کیا۔ خصوصاً شیخ محمد بن محمد السخاوی سے ظاہری علوم کے استفادہ کے ساتھ ساتھ سلسلہ قادریہ، شاذلیہ ، سلسلہ مدنیہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔[43]

یوں تھوڑے ہی عرصے میں علم و عمل میں کمال حاصل کر لیا۔ اور تقویٰ اور پرہیز گاری میں پورے حجاز بلکہ دوسرے علاقوں میں بھی مشہور ہو گئے اور لوگ ان سے اکتساب فیض کیلئے آنے لگے خصوصاً جو لوگ حج کیلئے آتے وہ شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے مرید بن جاتے جن میں زیادہ تر لوگ وسط ایشیاء، ہندوستان اور سلطنت عثمانیہ سے آئے ہوئے تجار اور امراء ہوتے تھے۔ یہ لوگ شیخؒ کی خدمت میں فتوح پیش کرتے اور شیخؒ بلا توقف اسے غرباء و مساکین اور ضرورت مند حضرات میں تقسیم کرا دیتے اور اپنی گزر بسر کیلئے کتابوں کی کتابت سے حاصل شدہ قلیل رقم استعمال کرتے اور اکثر افلاس کی حالت میں زندگی بسر کرتے ہے یہاں تک کہ اچھا کھانے کی خواہش ہی انہوں نے دل سے ختم کر دی تھی انتہائی معمولی کھانا وہ بھی پتلے شوربے والا استعمال کرتے اور بعض اوقات اس میں بھی پانی

---

37) اخبار الاخیار،۲۵۹

38) عبدالقادر بدایونی، نجات الرشید، تصحیح، سید معین الدین عقیل، لاہور۔ ادارہ تحقیقات پاکستان جامعہ پنجاب، ط نومبر 1972ء، ص260

39) اخبار الاخیار، ص ۲۱۴

40) ایضاً، ص ۲۵۹

41) ایضاً، ص ۲۵۹

42) عبدالحق محدث دہلوی، زادالمتقین فی سلوک طریق الیقین، مترجم، عبدالحلیم چشتی، کراچی۔ الرحیم اکیڈمی، 2007ء، ص ۵۱

43) زادالمتقین، ص ۵۴

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ملا دیتے۔[44] ان کے مریدوں میں سلاطین، امراء و علماء کی ایک کثیر تعداد تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے نہ صرف دنیا سے بے رغبتی رکھی بلکہ بڑے بڑے سرکاری عہدیداروں تک کو ملاقات کیلئے وقت نہ دیتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں وہ کسی کے عہدے، مقام و مرتبے کا ذرا بھر لحاظ نہ رکھتے تھے اور بلا امتیاز سب سے برابری کا سلوک کرتے۔[45]

شیخ علی متقیؒ کثیر تعداد میں کتب کے مصنف ہیں شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے سو سے زیادہ تعداد بتائی ہے جو زیادہ تر قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، اور علم الکلام اور تصوف سے متعلق ہیں۔ ان کی مشہور ترین کتاب "کنز العمال " ہے جو کہ فقہ کا انسائیکلوپیڈیا ہے یہ دراصل امام سیوطی کی حدیث پر کتاب جمع الجوامع کی فقہی طرز پر تدوین ہے- تصوف پر ان کی مشہور کتاب " تبیین الطرق " ہے جو کہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے زاد المتقین میں مکمل نقل کیا ہے۔[46]

شیخ علی متقیؒ اگرچہ دوبارہ حجاز جانے کے بعد ہندوستان نہیں آئے اور مستقبل طور پر حجاز ہی کو اپنا وطن بنایا اور وہیں درس و تدریس اور مریدوں کی روحانی تربیت کرتے رہے لیکن پھر بھی ہندوستان کے مسلمانوں کو انہوں نے کبھی نظر انداز نہیں کیا وہ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کے ذریعے مختلف اسلامی کتب جو ان کی اپنی تالیفات ہوتی اور دوسرے علماء کی تالیفات قیمتاً خرید کر ہندوستان بھیجتے اور یہاں حدیث قرآن اور سیرت النبی ﷺ کے علوم کو عام کرتے رہے۔ ایک مرتبہ ایک کتاب "ا لمواھب اللدینہ " کے بارے میں انہیں علم ہوا کہ کسی فقیہ کے پاس ہے جو اسے تیس ابراھیمی (اس وقت کی کرنسی) میں بیچتا ہے۔ اور چونکہ یہ کتاب سیرت النبی ﷺ علم پر مشتمل تھی شیخؒ نے اسے خرید فوراً جستجو کی۔ اور حاکم گجرات آصف خاں (جس کی عام حالات میں آپؒ دعوت بھی قبول نہ کرتے تھے اس کو خریدنے اس) سے ادھار پیسے لینے گئے لیکن نہ ملنے پر ایک عجمی سے ادھار رقم لے کر اس کتاب کو خرید ا اس کی چند نقول تیار کروا کر ہندوستان روانہ کیں۔[47] ہندوستان میں اول اول یہ کتاب آپ ہی کے توسط سے پہنچی۔ اس واقعہ سے علوم اسلامیہ کو عام کرنے کی ان کی تڑپ او حضور ﷺ کے عشق اور محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ شیخ علی متقیؒ پر بعض اوقات سکر کا بھی غلبہ ہوتا تھا ایسے ایک دفعہ سکر کے عالم میں انہوں نے مہدی موجود ہونے کا دعویٰ بھی کیا جس سے بعد میں توبہ اور رجوع کیا۔

بزرگان دین کے طریقے پر انہوں نے ایک خاص قسم کا خریطہ (لباس) بھی بنوایا تھا جس کو وہ خلافت سے نوازتے اسے وہ خریطہ پہناتے اس کی خصوصی بناوٹ کی وجہ سے اسے "خریطہ متقیہ " کہا جاتا ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کے عہد میں بھی بعض عرب ممالک میں جہاں ان کے مرید تھے وہاں وہ خریطے پہنچے تھے[48]

جن لوگوں کو شیخ علی متقیؒ کی بارگاہ سے خلافت ملی ان میں اس وقت کے نامور علماء میں سے شیخ ابن حجر مکی ہیتمی بھی تھے جو اگرچہ شیخ علی متقیؒ کے استاد تھے لیکن بعد میں انہوں نے شیخ متقیؒ سے ارادات کا اظہار کیا اور ساری عمر عزیمت پر عمل پیرا، یہ عالم با عمل اپنے وقت کے نامور محدث، فقیہ، صوفی، جمادی الاولیٰ ۹۷۵ھ کو انتقال کر گئے۔ جنت المعلیٰ میں ان کی قبر ان کی وفات کے چھ مہینے بعد کھولی گئی جسم صحیح سلامت اور تر و تازہ تھا۔

مقصد دوم (دوسرا حصہ) شیخ عبد الوھاب متقیؒ کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ جو کہ شیخ عبد الحق محدثؒ کے مرشد و استاد ہیں۔ شیخ عبد الوھاب متقیؒ نے بزرگان دین اولیاء کرام کے ساتھ نہایت عقیدت رکھتے تھے اور ان کے ایصال ثواب کیلئے ان کے عرس بھی کرتے تھے خصوصاً شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا عرس نہایت پابندی سے کرتے اسی طرح حضور ﷺ کے میلاد کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ شیخ عبد الوھاب متقیؒ اپنے استاد و مرشد کی طرح علم دین عام کرنے کی بھرپور سعی کرتے رہتے تھے بہت سے مفید رسالے اور کتب بھی تحریر کیں اور کئی نایاب کتب کی تصحیح و مقابلہ کرتے انھیں نقل کروا کر لوگوں میں پھیلا دیتے ان میں سے نہایت مشہور و مفید کتاب امام ابن نجیم کی الاشباہ و النظائر، شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے حالات پر بہجۃ الاسرار وغیرہ شامل ہیں۔

مختصر یہ کہ شیخ عبد الوھاب متقیؒ اور شیخ علی متقیؒ ان بزرگان میں سے تھے جو کہ بیک وقت علماء و صوفیاء کی روایات کو یکجا کرنے والے اور علوم ظاہری و باطنی دونوں کے جامع تھے۔ مریدوں کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس میں بھی مصروف رہتے تھے شرع کی پابندی سختی سے کرتے لیکن اس کے ساتھ ساتھ تصوف و سلوک کی منازل کے راہی اور مسافر بھی تھے اسی طرح مدرسہ و خانقاہ کی روایات کو انہوں نے یکجا کر کے قرون اولیٰ کے بزرگوں کی یاد تازہ کر دی تھی۔

زاد المتقین کے تیسرے حصہ میں شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے بعض مشائخ حرمین کا تذکرہ کیا ہے خصوصاً مشائخ مدینہ کا تذکرہ جنہوں نے وہاں علم و تدریس کی مسند بچھائی تھی اور ظاہری و باطنی فیوض سے لوگوں کو مستفید فرما رہے تھے۔ ان میں خصوصاً شیخ ابو الحسن بکری مصری شافعیؒ اور ان کی اولاد میں سے علماء صالحین جو اس وقت تک حرمین میں علوم اسلامیہ کی خدمت میں مشغول تھے اس کے ساتھ ساتھ بہت سے مشائخ حرمین کی تصنیفات کا ذکر بھی کیا ہے۔

تیسرے مقصد (تیسرے حصے) میں بعض فقراء کا ذکر بھی ہے جو ہندوستان سے وہاں حجاز میں پہنچے تھے اور نہایت معمولی پیشوں میں لگے ہوئے تھے تقریباً 34 بزرگان دین کے تذکرہ کے ساتھ ۹ مجاذیب مرد و عورت کا تذکرہ اسی طرح شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے زاد المتقین میں بہت سے اوراد کی تفصیل بھی دی ہے جس کی سند وہاں کے مشائخ سے انہوں نے لی۔ بعض وظائف کے اجازت ناموں اور بعض

---

44) ایضاً، ص ۶۳

45) ایضاً، ص ۷۰

46) ایضاً، ص ۱۰۳

47) زاد المتقین، ۷۴

48) ایضاً ۶۹

بزرگوں کی طرف سے عطا کردہ خلافت ناموں کا تفصیلی ذکر کیا ہے خصوصاً شیخ عبد الوھاب متقیؒ نے ان کو جب خلافت سے سرفراز فرمایا تو ایک تفصیلی اجازت نامہ اور اور اوکی تفصیل لکھ کر دی جس کو شیخ محدثؒ نے ہو بہو زاد المتقین میں نقل کیا ہے۔[49]

کچھ مشائخ سے علوم نقلی و عقلیہ کی اسناد کا ذکر بھی ہے۔ اسی طرح دیباچہ کے علاوہ بھی شیخؒ نے حرمین میں اپنی حاضری اور مختلف مشائخ کی خدمت میں حاضر ہونے کے واقعات کو زاد المتقین میں تحریر کیا ہے اور بقول شیخؒ کی حرمین سے واپسی کے بعد ہے۔ اس تذکرہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے یہ تذکرہ سے زیادہ سوانح حیات ہے۔

زادا لمتقین اور حرمین شریفین کی مذہبی و علمی حالت: اسی طرح اس تذکرہ سے اس وقت کے حرمین طیبین اور ہندوستان کے مذہبی حالات پر بہت زیادہ روشنی پڑتی ہے حرمین میں اس وقت کسی ایک فقہی مذہب کی برتری نہیں تھی بلکہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور اصحاب ظواہر کے تمام فقہی مذاھب کے اکابر علماء و صلحاء موجود تھے اور اس معاملے میں ہر ایک کو مذہبی آزادی تھی کہ وہ جس کی چاہے پیروی کرے۔

اسی طرح شیخ محدثؒ نے نیتا قوم کا ذکر کرتے ہیں جو سورت میں قیام پذیر ہے اور فقہ شافعیؒ کے پیروکار تھے ان میں سے ایک فقیر محمد نیتا اپنے خاندان کے ہمراہ حجاز کو ہجرت کر گئے تھے[50] شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اسی شخصیات کی زندگی کے بعض واقعات کو بھی بیان کیا ہے جو ہندوستان میں بہت مشہور تھیں مگر ان کی زندگی کے بعض واقعات زاد المتقین کے علاوہ کہیں کسی اور تذکرہ میں نہیں ملتے۔ مثلاً قاضی عبد اللہ سندھی اور ان کے بیٹے قاضی محمد حمید جو کہ شیخ علی متقیؒ کی معیت میں حجاز گئے تھے اور ان کے مرید اور شاگرد ہوئے تھے۔ واپسی پر گجرات میں مقیم ہوئے اور حدیث کے علم کو عام کیا۔[51] اسی طرح ہندوستان کے محدث شیخ محمد طاہر پٹنی جو کہ حجاز میں حاضر ہوئے اور شیخ بکریؒ کے ایماء پر شیخ علی متقیؒ کے مرید ہوئے۔ زاد المتقین دسویں صدی ہجری کے عرب و ہندوستان کے تعلقات پر بھی بہت زیادہ مفید معلومات بہم پہنچاتی ہے جس سے تاریخ کے طالب علم کیلئے ایک نئی تحقیق کی راہ کھلتی ہے۔

زاد المتقین کے قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد انڈیا، برٹش میوزیم لندن، صولت لائبریری (انڈیا) رضا لائبریری رام پور، خانقاہ کاظمیہ قلندریہ کاکوریہ (انڈیا) اور پاکستان میں جامعہ پنجاب کے Manuscript کے حصہ میں موجود ہیں[52]

اس کا اردو ترجمہ پاکستان میں ڈاکٹر عبد الحلیم چشتی (پی، ایچ، ڈی) نے کیا تھا جسے الرحیم اکیڈمی لیاقت آباد کراچی نے 1998 میں شائع کیا ہے اور راقم کی تحقیق کا مدار اسی مترجم نسخہ پر ہے جبکہ دوسرا ترجمہ پروفیسر مسعود انور علوی نے اردو میں کیا جسے کونسل برائے فروغ اردو دہلی نے 2009 میں شائع کیا ہے۔

انوار الجلیة فی احوال مشائخ الشاذلیة:

سلسلہ شاذلیہ شیخ ابو الحسن علی بن عبد اللہ شاذلی سے منسوب ہے آپؒ کی ولادت "غمارہ" جو کہ "سبتہ" کے قریب شمالی مراکش میں واقع ہے 591ھ میں ہوئی آپؒ نے طریقت میں شیخ عبد السلام بن مشیش سے بیعت کی جو کہ امام ابو المدین غوث مغربی کے مرید ہیں جو کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ مشہور تصانیف میں حز ب الشاذلی، حز ب الکبیر، حزب البحر، الجواہر ا المصونۃ واللآلی المکنونۃ ہیں۔۶۵۶ھ بمطابق 1258ء میں حمثیر جو کہ بحیرہ احمر کے ساحل پر واقع ہے وفات پائی۔ اس سلسلہ کی خاص علامت ہے پانچ چیزوں کی رعایت کرنا :

1۔ ظاہری و باطنی خوفِ خدا

2۔ اتباع سنت

3۔ مخلوق خدا سے لا تعلقی

4۔ تسلیم و رضا

5۔ توکل

مصر، بلاد مغرب (یورپ) اور افریقہ، میں یہ سلسلہ بہت پھیلا ہے اس سلسلہ کی مزید شاخیں جو ھریہ، وفائیہ، مکیہ، ھاشمیہ، قاسمیہ خراتریہ، شیخنیہ، فاحریہ، حبیبیہ، یوسفیہ وغیرہ ۱۰۰ سے زیادہ ہیں شیخ ابو العباس احمد بن عمر مرسی (م ۶۸۶ھ)، ابن عطاء اللہ اسکندری (م ۷۰۹ھ) اس سلسلہ کی مشہور شخصیات گزری ہیں[53]

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کو سلسلہ شاذلیہ سے ایک خاص تعلق ہے آپؒ کو مختلف مشائخ سے سلسلہ شاذلیہ کی خلافت اور مختلف اور اد کی اجازت ملی تھی۔ خصوصاً شیخ عبد الوھاب متقیؒ کو سلسلہ شاذلیہ سے نسبت تھی اور بعض مشائخ ان کے بارے میں یہاں تک فرماتے تھے کہ شیخ عبد الوھاب متقیؒ، شیخ ابو العباس احمد المرسی (م ۶۸۶ھ) کے قدم باقدم ہیں[54]

---

49) زاد المتقین، ص ۲۸۱

50) ایضاً، ص ۳۱۰

51) ایضاً، ص ۳۵۹

52) زاد المتقین، مقدمہ، ص ۱۲

53) ابو علی حسن بن محمد الفاسی، طبقات الشاذلیہ الکبریٰ، تحقیق، محمود الجمال، قاہرہ (مصر)۔ دار التوفیقیہ، س ن، ص ۲۳۰

54) زاد المتقین، ص ۱۸۵

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اس کے علاوہ شیخ محدث شیخ ابو الحسن شاذلیؒ سے خصوصاً عقیدت و محبت بھی رکھتے ہیں اور اپنی تحریروں میں بہت سی جگہ آپؒ نے شیخ ابو الحسن شاذلیؒ کے اقوال و فرمودات کے حوالے بھی دیے ہیں۔اس لیے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مشائخ شاذلیہ کا تذکرہ کرنے کا ارادہ کیا جس کا نام" انوار الجلیۃ فی احوال مشائخ الشا ذ لیۃ"رکھا جس میں آپؒ نے تقریباً ۸۰ مشائخ جن کا تعلق سلسلہ شاذلیہ سے ہے کا تذکرہ لکھا ہے یہ تذکرہ تقریباً ۴ ہزار ۶ ابیات (سطور) پر مشتمل ہے۔اس کا قلمی نسخہ 1947ء تک مولوی انوار الحق دہلوی کے کتب خانہ میں موجود تھا[55] جو شاید دست برد زمانہ کی نظر ہو گیا۔

خلاصہ بحث:

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مختلف موضوعات پر کم و بیش ۱۳۴ کے قریب تصانیف تحریر کی ہیں۔جن میں علم صرف و نحو، فقہ، حدیث، سیرت، سوانح، منطق و فلسفہ، تجوید وغیرہ کے موضوعات شامل ہیں۔لیکن ان کی دلچسپی کا خاص موضوع تصوف اور اہل تصوف رہا۔جس کی جھلک ان کی تمام تصانیف میں نظر آتی ہے۔خصوصاً صوفیاء کی تذکرہ نویسی ان کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔صوفیاء کے احوال پر ان کے تین تذکرے پاک و ہند بلکہ تمام عالم عرب میں بھی مشہور ہوئے ہیں۔ان میں سے پہلا تذکرہ "اخبار الاخیار" ہے جو کہ ہندوستان کے کم و بیش ۲۸۴ صوفیاء کے حالات زندگی و تعلیمات پر مشتمل ہے۔ ان کے دوسرے تذکرے کا نام ہے "زادالمتقین فی سلوک طریق الیقین" یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے اس کے پہلے دو ابواب بالترتیب شیخ علی متقیؒ اور شیخ عبد الوھاب متقیؒ کے حالات زندگی پر مشتمل ہے جبکہ اس کا تیسرا باب ان صوفیاء کے حالات زندگی پر مشتمل ہے جنہوں نے سولہویں صدی عیسوی میں دنیا کے مختلف علاقوں سے ہجرت کی اور حرمین شریفین کو اپنا مسکن وٹھکانہ بنالیا ان تذکروں کی تعداد تقریباً 35 ہے۔

تیسرا تذکرہ سلسلہ قادریہ شاذلیہ کے 75 صوفیاء کے احوال پر مشتمل ہے۔یوں شیخ محدثؒ نے ان صوفیاء کے حالات و تعلیمات کو لکھ کر آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے ایک بہترین ذخیرہ تیار کیا ہے۔

نتائج و سفارشات:

☆ مذکورہ بالا بحث سے ایک نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ شیخ محدثؒ نہ صرف عالم، فقیہ اور مفسر اور محدث وقت ہیں بلکہ ایک زبردست تذکرہ نویس ہیں۔

☆ انہوں نے اپنے تذکروں کو کسی بھی سیاسی، علاقائی، لسانی قید سے ماوراہو کر خالص علمی بنیادوں پر مرتب کیا ہے۔

☆ ان کے تذکروں میں بعض تشنہ امور کی وجہ ان کی حد سے زیادہ احتیاط ہے۔جو کی بذات خود ایک استنادی حیثیت کا حامل عمل ہے۔

سفارشات:

☆ ان کے غیر مطبوعہ تذکروں خصوصاً "زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین" کو طبع کرانے کی شدید ضرورت ہے۔

☆ ان تذکروں کی روشنی میں اس عہد کی علمی و تبلیغی تحریک خصوصاً صوفیاء کی مجاہدانہ مساعی میں تسلسل اور ربط کا سراغ ملتا ہے اس لیے صوفیاء کی تبلیغی تاریخ مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ ہند و عرب کے تعلقات دسویں صدی ہجری میں کے موضوع پر ایک بہترین تحقیقی مواد موجود ہے جس کو یکجا اور مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

مصادر و مراجع:

) ، مصطفی بن عبداللہ المشہور حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، بیروت - دار الاحیاء التراث العربی، س ن
2) علی اکبر دھخدا، لغت نامہ دھخدا، اصفہان۔ مرکز تحقیقات رایانا ای قائمیہ، ط1338ش
3) سید علی رضا نقوی، تذکرہ نویسی فارسی در ہند و پاکستان، تہران (ایران)۔ چاپ علی اکبر علمی، ط1968ء
4) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور۔ شعبہ اردو جامعہ پنجاب، ط دوم، ۲۰۰۵ء
5("acadmia.ed,David Gillmaten,11/07/2021(https://www.academia.edu/12580734/
Indo_Persian_tazkiras) Maria K Hermansen and Bruce Lawrence, Indo-Persian Tazkiras as Memorative Communication,
6) ابو عبدالرحمن محمد بن حسین سلمی، طبقات الصوفیۃ شاہ محمد چشتی، مترجم طبقات الصوفیۃ، لاہور۔ ادارہ پیغام القران، ط ۲۰۱۱ء
7) محمد بن منور، اسرار التوحید فی مقامات ابو سعید ابو الخیر، تہران۔ ایران، ط ۱۳۸۶ش
8) ، فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیاء، (مترجم)، لاہور۔ شبیر برادرز، 1990ء
9) سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش، کشف المحجوب، مترجم، غلام معین الدین نعیمی، کراچی۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی، 1980ء
10) عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ط دوم، لاہور۔ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، جنوری 2015ء
11) محمد بن مبارک میر خورد، سیر الاولیاء، دہلی۔ مطبع نجیب، ۱۳۵۲ھ
12) مناقب الاصفیاء، اردو ترجمہ، مناقب الاصفیاء، مولانا ڈاکٹر علی ارشد اشرفی، بہار (انڈیا)۔ مکتبہ بیت الشرف خانقاہ معظمیہ، 2000ء
13) شیخ درویش جمالی، سیر العارفین، دہلی۔ مطبع رضوی، ۱۳۱۱ھ
14) خلیق احمد نظامی، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، لاہور۔ مکتبہ رحمانیہ، س ن

55) مرآۃ الحقائق، ص ۶۷

Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

15) ڈاکٹر محمد یونس قادری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی موضوعاتی مطالعہ، کراچی۔ مکتبہ الحق، 2007ء

16) منشی برکت علی حقی، مراۃ الحقائق تذکرہ شیخ عبدالحق محدث، رامپور (انڈیا)۔ مطبع عزیزی، س ن،

17) نور الدین جہانگیر بادشاہ، توزک جہانگیری، بہ تصحیح سر سید احمد خان، علی گڑھ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ط2007ء

18) محمد غوثی شطاری مانڈوی، گلزار ابرار، مترجم، فضل احمد جیوری، ترجمہ (اذکار ابرار) لاہور۔ سید احمد شہید اکیڈمی نفیس منزل، ط1427ھ

19)Sushmita Banerjee, “Conceptualizing The past of Muslim community in India”,The Indian Economic And Social History Review,New Dehli,54-4,2017

20) عبدالقادر بدایونی، نجات الرشید، تصحیح، سید معین الدین عقیل، لاہور۔ ادارہ تحقیقات پاکستان جامعہ پنجاب، ط نومبر 1972ء

21) عبدالحق محدث دہلوی، زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین، مترجم، عبدالحلیم چشتی، کراچی۔ الرحیم اکیڈمی، 2007ء

22) ابو علی حسن بن محمد الفاسی، طبقات الشاذلیہ الکبریٰ، تحقیق، محمود الجمال، قاہرہ (مصر)۔ دار التوفیقیہ، س ن